Hiking Trail of Tilla Jogian, Eastern Salt Range, Punjab, Pakistan.

Rohtas Resort

Rohtas Resort

Rohtas Resort

Rohtas Resort

Rohtas Resort

By Zeeshan

قلعہ روہتاس

- شیر شاہ سوری کا تعمیر کردہ قلعہ روہتاس جو پوٹھوہار اور کوہستان نمک کی سرزمین کے وسط میں تعمیر کیا گیا۔ اس کے ایک طرف نالہ کس، دوسری طرف نالہ گھان اور تیسری طرف گہری کھائیاں اور گھنا جنگل ہے۔ شیر شاہ سوری نے یہ قلعہ گکھڑوں کی سرکوبی کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ دراصل گکھڑ مغلوں کو کمک اور بروقت امداد دیتے تھے، جو شیر شاہ سوری کو کسی طور گوارا نہیں تھا۔ جب یہ قلعہ کسی حد تک مکمل ہوگیا تو شیر شاہ سوری نے کہا کہ آج میں نے گکھڑوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا ہے۔ اس قلعے کے عین سامنے شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی جرنیلی سڑک گزرتی تھی، (جو وقت کے ساتھ ساتھ یہاں سے پانچ کلومیٹر دور ہٹ چکی ہے)

- دوسرے قلعوں سے ہٹ کر قلعہ روہتاس کی تعمیر چھوٹی اینٹ کی بجائے دیو ہیکل پتھروں سے کی گئی ہے۔ ان بڑے بڑے پتھروں کو بلندیوں پر نصب دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس قلعے کی تعمیر میں عام مزدروں کے علاوہ بے شمار بزرگانِ دین نے بھی اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں سمیت حصہ لیا۔ ان روایات کو اس امر سے تقویت ملتی ہے کہ قلعے کے ہر دروازے کے ساتھ کسی نہ کسی بزرگ کا مقبرہ موجود ہے، جبکہ قلعہ کے اندر بھی جگہ جگہ بزرگوں کے مقابر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے کہ یہاں قلعے کی تعمیر سے پہلے ایک بہت بڑا جنگلتھا۔ شیر شاہ سوری کا جب یہاں گزر ہوا تو یہاں پر رہنے والے ایک فقیر نے شیر شاہ سوری کو یہاں قلعہ تعمیر کرنے کی ہدایت دی۔

- ایک روایت کے مطابق ٹوڈرمل نے اس قلعے کی تعمیر شروع ہونے والے دن مزدروں کو فی سلیب (پتھر) ایک سرخ اشرفی بطور معاوضہ دینے کا اعلان کیا تھا۔ گو قلعہ کی تعمیر پر اٹھنے والے اخراجات کا درست اندازا نہیں لگایا جاسکتا تاہم ایک روایت کے مطابق اس پر 34 لاکھ 25 ہزار روپے خرچ ہوئے۔ واقعات جہانگیری کے مطابق یہ اخراجات ایک پتھر پر کندہ کئے گئے تھے، جو ایک زمانے میں قلعے کی کسی دروازے پر نصب تھا۔ قلعے کی تعمیر میں 3 لاکھ مزدوروں نے بیک وقت حصہ لیا اور یہ 4 سال، 7 ماہ اور 21 دن میں مکمل ہوا۔

- یہ قلعہ چار سو ایکڑ پر محیط ہے، جبکہ بعض کتابوں میں اس کا قطر 4 کلومیٹر بیان کیا گیا ہے۔ قلعے کی فصیل کو ان چٹانوں کی مدد سے ترتیب و تشکیل دینے کی کوشش کی گئی جن پر یہ تعمیر کیا گیا۔

- قلعہ اندرونی طور پر دو حصوں میں تقسیم تھا، جس کے لیے ایک 1750 فٹ طویل دیوار تعمیر کی گئی، جو قلعے کے دفاعی حصے کو عام حصے سے جدا کرتی تھی۔ یہ ان قدیم روایتوں کا تسلسل تھا، جن کے تحت فوجوں کی رہائش شہروں سے علاحدہ رکھی جاتی تھی۔ قلعے کے جنگی حصے کی وسعت کا اندازا اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عہد شیر شاہ میں توپ خانے کے علاوہ 40 ہزار پیدل اور 30 ہزار سوار فوج مع ساز و سامان یہاں قیام کرتی تھی۔ قلعے میں 86 بڑے بڑے برج یا ٹاور تعمیر کیے گئے۔ پانی کی فراہمی میں خود کفالت کے لیے تین باؤلیاں (سیڑھیوں والے کنویں) بنائی گئیں تھیں، ان میں سے ایک فوجی حصے میں اور باقی دونوں پانی کی پانچ ذخیرہ گاہوں سمیت قلعے کے دوسرے حصے میں واقع تھیں۔

By Zeeshan

قلعہ روہتاس

- سہیل دروازہ، قلعہ روہتاس

- قلعے کے بارہ دروازے ہیں، جن کی تعمیر جنگی حکمت علمی کو مدنظر رکھ کر کی گئی تھی۔ یہ دروازے فن تعمیر کا نادر نمونہ ہیں۔ ان دروازوں میں ہزار خوانی دروازہ، خواص خوانی دروازہ، موری دروازہ، شاہ چانن والی دروازہ، طلاقی دروازہ، شیشی دروازہ، لنگرخوانی دروازہ، کابلی (یا بادشاہی) دروازہ، گٹیالی دروازہ، سوہل (یا سہیل) دروازہ، پیپل والا دروازہ اور گڑھے والا دروازہ شامل ہیں۔ قلعے کے مختلف حصوں میں اس کے دروازوں کو بےحد اہمیت حاصل تھی اور ہر دروازے کا اپنا مقصد تھا اور اس کی خاص وجہ تسمیہ بھی تھی۔ ہزار خوانی صدر دروازہ تھا۔ طلاقی دروازے سے شیر شاہ کے دور میں ہاتھی داخل ہوتے تھے۔ طلاقی دروازے کو منحوس دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ شیشی دروازے کو شیشوں اور چمکتی ٹائلوں (چمکتے چوکوں) سے تیار کیا گیا تھا۔ لنگرخوانی لنگر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ کابلی دروازے کا رخ چونکہ کابلکی طرف تھا اس لیے اس کو کابلی دروازہ کہا جاتا تھا۔ سوہل دروازہ زحل کی وجہ سے سوہل کہلایا۔ جبکہ اس کو سہیل دروازہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ حضرت سہیل غازی کا مزار یہیں واقع تھا۔ گٹیالی دروازے کا رخ چونکہ گٹیال پتن کی طرف تھا اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ اس طرح مختلف دروازوں کے مقاصد مختلف تھے اور ان کو مختلف کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ بارہ دروازوں میں سے ایک یعنی لنگرخوانی دروازہ براہ راست جنگی علاقے میں کھلتا تھا اور یہ دشمن کی فوجوں کے لیے ایک طرح کا جال تھا۔ اس دروازے سے گزر کر اندر آنے والا شخص فصیل کی برجیوں پر مامور محافظوں کے براہ راست نشانے پر آ جاتا تھا۔ اسی طرح خواص خوانی دروازہ دہرا بنایا گیا تھا۔ مغربی سمت ایک چھوٹی سی ’’ریاست‘‘ علاحدہ بنائی گئی تھی، جو چاروں جانب سے دفاعی حصار میں تھی۔ اس کے اندر جانے کا صرف ایک دروازہ تھا۔ اس چھوٹی سی ریاست کے بلند ترین مقام پر راجا مان سنگھ کی حویلی تھی، جو مغل شہنشاہ اکبر اعظمکا سسر اور اس کی فوج کا جرنیل تھا۔

- فصیل، قلعہ روہتاس ا

- قلعہ روہتاس کا سب سے قابلِ دید، عالیشان اور ناقابل شکست حصہ اس کی فصیل ہے۔ اس پر 68 برج، 184 برجیاں، 06881 کگرے اور 8556 سیڑھیاں ہیں، جو فن تعمیر کا نادر نمونہ ہیں۔ اس کے برج صرف فصیل کی خوب صورتی ہی میں اضافہ نہیں کرتے بلکہ یہ قلعے کے مضبوط ترین دفاعی حصار میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ فصیل کی چوڑائی سب سے زیادہ ہے۔ فصیل کے چبوترے سیڑھیوں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک تھے۔ فصیل تین منزلوں میں دو یا سہ قطاری تعمیر کی گئی تھی۔ سب سے بلند ترین حصہ کنگروں کی صورت میں تعمیر کیا گیا۔ چبوتروں کی چوڑائی تین فٹ سے زیادہ ہے اور یہ تیر اندازوں اور توپچیوں کے لیے استعمال کئے جاتے تھے۔ ان کی بلندی مختلف تھی، جو 8 فٹ سے 11 فٹ کے درمیان تھی۔ یہ کنگرے صرف شاہی فوجوں کو دشمن سے تحفظ ہی فراہم نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے دشمنوں پر پگھلا ہوا سیسہ اور کھولتا ہوا پانی بھی انڈیلا جاتا تھا۔ درمیانی چبوترے درحقیقت فوجیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ تھے اور ان کی چوڑائی ساڑھے چار فٹ سے 7 فٹ کے درمیان تھی، جبکہ چبوتروں کی آخری قطار کی چوڑائی ساڑھے چھ فٹ سے ساڑھے آٹھ فٹ کے درمیان تھی۔

- یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اتنے بڑے قلعے میں محض چند رہائشی عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ قلعے کی عمارتوں میں سے ایک عمارت کو شاہی مسجد کہا جاتا ہے اور چند باؤلیاں بھی بنائی گئی تھیں۔ بعد ازاں ایک حویلی تعمیر کی گئی، جسے راجا مان سنگھ نے بنوایا تھا۔ محلات کے نہ ہونے کے باعث مغل شہنشاہ اس قلعے میں آ کر خیموں میں رہا کرتے تھے۔ یہ قلعہ صرف دفاعی حکمت علمی کے تحت بنایا گیا تھا، اس لیے شیر شاہ سوری کے بعد بھی بر سر اقتدار آنے والوں نے اپنے ٹھہرنے کے لیے یہاں کسی پر تعیش رہائش گاہ کا اہتمام نہیں کیا۔

By Zeeshan

قلعہ روہتاس

- شاہی مسجد، قلعہ روہتاس
- شاہی مسجد چھوٹی لیکن خوب صورت مسجد ہے۔ یہ مسجد کابلی دروازے کے نزدیک واقع ہے اور اسی وجہ سے کابلی دروازے کو بادشاہی دروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد صرف ایک کمرے اور صحن پر مشتمل ہے۔ مسجد کا مرکزی ہال 63 فٹ طویل اور 24 فٹ چوڑا ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مرکزی ہال کی اندرونی چھت مسطح ہے، البتہ اوپر گنبد بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باہر کوئی مینار یا گنبد نہیں۔ بیرونی دفاعی دیوار اس کی پشت پر واقع ہے۔ یہ مسجد سوری عہد کی چند انمول اور قابل دید تعمیرات میں سے ایک ہے۔
- حویلی مان سنگھ، قلعہ روہتاس
- حویلی مان سنگھ مغل شہنشاہ اکبر اعظم کے وفادار جرنیل راجہ مان سنگھ کے نام سے موسوم ہے ، جس کا انتقال 1614ء میں ہوا۔ یہ محل قلعہ روہتاس کی سب سے بلند ترین چٹان پر تعمیر ہوا اور اس کا طرز تعمیر کافی حد تک عربی، ایرانی اور افغانی کے بجائے ہندوانہ تھا۔ 25 بیگھا زمین پر سطح سمندر سے 2260 فٹ کی بلندی پر تعمیر ہونے والا یہ محل سفید رنگ کا تھا۔ اکبر اعظم نے اس گنبد نما محل کو مزید خوب صورتی بخشنے کے لیے اس کے اردگرد مزید عمارات بھی تعمیر کرائی تھیں۔ اس کی چھتوں، دروازوں اور جھروکوں وغیرہ میں آج تک نفیس نقش و نگار اور پچی کاریموجود ہے۔
- رانی محل، قلعہ روہتاس
- رانی محل حویلی مان سنگھ سے تین سو گز کے فاصلے پر شمال کی جانب موجود ہے۔ اس میں راجا مان سنگھ کی بیوہ بہن شریمتی روپ کماری رہتی تھی۔ یہ محل چونکہ اپنا اصل رنگ و روپ کھو چکا ہے اس لیے لوگ اب اسے کالا محل کہتے ہیں۔ اسے بھربھرے پتھر سے ایک مینار کی صورت میں بنایا گیا تھا، جس کی بلندی 80 فٹ ہے۔ اس محل کی مغربی جانب ایک کھلا پلیٹ فارم (چبوترا) ہے جو درحقیقت زیر زمین کمرے کی چھت ہے۔ محل میں پہرے داروں کے کمرے اور دونوں محلوں کا ملانے کے لیے راستہ بنایا گیا تھا۔
- بڑی باؤلی اور ست باؤلی نامی دونوں کنوؤں سے قلعہ کے مکین اپنی ضرورت کے لیے پانی حاصل کیا کرتے تھے۔
- بڑی باؤلی میں آج بھی پانی موجود ہے، تاہم اب اسے استعمال نہیں کیا جاتا۔ موری گیٹ (دروازہ) کے قریب واقع یہ باؤلی 270 فٹ گہری ہے اور اس میں اترنے کے لیے 300 سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، جو آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ اس کی چار محرابیں ہیں، جو 40 فٹ چوڑی ہیں۔ ہر دس پندرہ سیڑھیوں کے بعد ایک وسیع سیڑھی چوڑائی میں بنی ہوئی ہے، تاکہ پانی لانے والے آرام کر سکیں۔

By Zeeshan

قلعہ روہتاس

- ست باؤلی کابلی گیٹ (دروازہ) کے پاس شاہی مسجد کے عقبی حصے میں بنا ہوا شاہی حمام ہے۔ سطح زمین سے 60 سیڑھیاں نیچے اترنے پر سات چھوٹے چھوٹے غسل خانے اور ان کے درمیان میں ایک کنواں بنایا گیا ہے۔ غالباً انہی سات غسل خانوں کی وجہ سے اسے ست باؤلی کہا جاتا ہے۔ حمام کے ایک طرف کے حصے میں اونچی جگہ سے پانی رس رس کر حمام کے اندر داخل ہوتا رہتا ہے، مگر اب یہ جگہ ویران ہے۔
- قلعے کے جنوبی حصے میں شہر کے لیے پانی جمع کرنے کی غرض سے ایک شاہی تالاب بھی بنایا گیا تھا، جس کے وسط میں مرکزی چٹان پر عیدگاہتعمیر کی گئی تھی۔ عہد سوری میں لوگ عیدگاہ تک جانے کے لیے کشتیاں استعمال کرتے تھے۔ عید گاہ تک پہنچنے کے لیے ایک خفیہ راستہ بھی موجود تھا، جو سکھوں کے عہد میں کھول دیا گیا اور لوگ سوہل دروازے کے راستے عیدگاہ تک جانے لگے۔
- لنگرخانہ تکیہ خیر النساء قلعہ کی حدود سے باہر شمال کی جانب بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ یہ درحقیقت خیر النساء کا مقبرہ ہے، جو شیر شاہ سوری کے وزیر خوراک کی بیٹی تھی۔ خیر النساء اپنے وقت کی شہرت یافتہ بہادر فوجی عورت تھی۔ اس نے شیر شاہ سوری کے ہمراہچونسہ اور قنوج کی لڑائیوں میں حصہ بھی لیا تھا۔
- پھانسی گھاٹ، قلعہ روہتاس
- قلعے کا پھانسی گھاٹ سفید محل سے دو سو فٹ کے فاصلے پر جنوب مغربی سمت میں نہایت بلندی پر ایک چار منزلہ عمارت میں واقع ہے۔ اس عمارت کی چھت کے وسط میں اڑھائی فٹ قطر کا ایک سوراخ ہے۔ اس کے اردگرد بانسوں کو قائم رکھنے کے لیے انہیں باندھنے کی جگہیں تھیں۔ پھانسی خانے کا سوراخ گول ہے، جس پر تختہ دار رکھا جاتا تھا اور بانسوں کے ذریعے مجرم کی گردن میں رسوں کے حلقے ڈالے جاتے تھے۔ جب تختہ کھینچا جاتا تو مجرم سوراخ سے نیچے لٹک جاتا۔ جب اس کا سانس رک جاتا تو رسے ڈھیلے کر دیئے جاتے تھے، جس سے لاش زمین پر جا پہنچتی اور ورثاء دروازے کے راستے اسے اٹھا کر لے جاتے۔
- قلعہ روہتاس دیکھنے والوں کو ایک بے ترتیب سا تعمیری ڈھانچا نظر آتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہشیر شاہ سوری نے اسے تعمیر کرتے ہوئے نقش نگاری اور خوب صورتی کے تصور کو فراموش نہیں کیا تھا۔ قلعے کے دروازے اور بادشاہی مسجد میں کی جانے والی میناکاری اس کا واضح ثبوت ہے۔ ہندوانہ طرز تعمیر کی پہچان قوسین قلعے میں جابجا دکھائی دیتی ہیں، جن کی بہترین مثال سوہل گیٹ (دروازہ) ہے۔ اسی طرح بھربھرے پتھر اور سنگ مرمر کی سلوں پر کندہ مختلف مذہبی عبارات والے کتبے خطاطی کے نادر نمونوں میں شمار ہوتے ہیں، جو خط نسخ میں تحریر کیے گئے ہیں۔ خواص خوانی دروازے کے اندرونی حصے میں دو سلیں نصب ہیں، جن میں سے ایک پر قل شریف اور دوسری پر مختلف قرآنی آیات کندہ ہیں۔ شیشی دروازے پر نصب سلیب پر فارسی میں قلعے کی تعمیر کا سال 948ھ کندہ کیا گیا ہے۔

By Zeeshan

قلعہ روہتاس

- قلعہ روہتاس کی تباہی کا آغاز اس دن ہوا جب ہمایوں (جو شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران چلا گیا تھا) دوبارہ شہنشاہ ہندوستان بن کر اس قلعے میں داخل ہوا۔ وہ اس عظیم قلعے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ تو اس کے دشمن شیر شاہ نے بنوایا تھا تو اس نے غصے کی حالت میں اسے مسمار کا حکم دیا۔ بادشاہ کے معتمد خاص بیرم خاں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب یہ اسلامی ورثہ ہے اور اس پر قوم کا کافی پیسہ خرچ ہوا ہے، اس لیے اسے مسمار نہ کیا جائے۔ ہاں اپنے حکم کی شان برقرار رکھنے کی خاطر اس کا کچھ حصہ گرا دیں۔ چنانچہ سوہل دروازے کے پانچ کنگرے گرا دیئے گئے، جو بعد میں دوبارہ تعمیر کرائے گئے۔
- قلعے کی اصل تباہی سکھوں کے ہاتھوں ہوئی، جو شاہی عمارات کے اندر سے قیمتی پتھر اکھاڑ کر ساتھ لے گئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی طویل عرصے یہاں مقیم رہا، تاہم قعلے کے بنیادی ڈھانچے اور عمارتوں کو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔
- قلعہ روہتاس جی ٹی روڈ دینہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قلعہ کے قریب واقع نالہ گھان پر پل تعمیر کر دیا گیا ہے۔ اس پل کی تعمیر سے پہلے نالہ گھان میں سے گزرنا پڑتا تھا اور برسات کے موسم میں آمد و رفت منقطع ہو جاتی تھی۔دوسری جنگ عظیم کے دروان استعمال کی جانے والی نیلام شدہ گاڑیاں قلعہ روہتاس کے لیے بطور پبلک ٹرانسپورٹ چلائی جاتی ہیں۔
- قلعے کے اندر مکمل شہر آباد ہے اور ایک ہائی اسکول بھی قائم ہے۔ مقامی لوگوں نے قلعے کے پتھر اکھاڑ اکھاڑ کر مکان بنا لیے ہیں۔ قلعے کے اندر کی زمین کی فروخت منع ہے۔ اس وقت سطح زمین سے اوسط تین سو فٹ بلند ہے۔ اس وقت چند دروازوں، مغل شہنشاہ اکبر اعظم کے سسر راجا مان سنگھ کے محل اور بڑے پھانسی گھاٹ کے سوا قلعہ کا بیشتر حصہ کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے۔
- شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعے کے باہر کی آبادی کو قلعہ کے اندر منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اس آبادی کی منتقلی کے بعد جو بستی وجود میں آئی اب اسے 'روہتاس گاؤں' کہتے ہیں۔ سلیم شاہ کا خیال تھا کہ آبادی ہونے کے باعث قلعہ موسمی اثرات اور حوادثِ زمانہ سے محفوظ رہے گا، لیکن ایسا نہ ہوسکا اور آج اپنے وقت کا یہ مضبوط ترین قلعہ بکھری ہوئی اینٹوں کی صورت اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ
- ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔
- اب یہ قلعہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکوکے
- عالمی ثقافتی ورثے میں شامل مقامات میں سے ایک ہے۔
- (مسافر شوق)

Rohtas Fort

Rohtas Fort

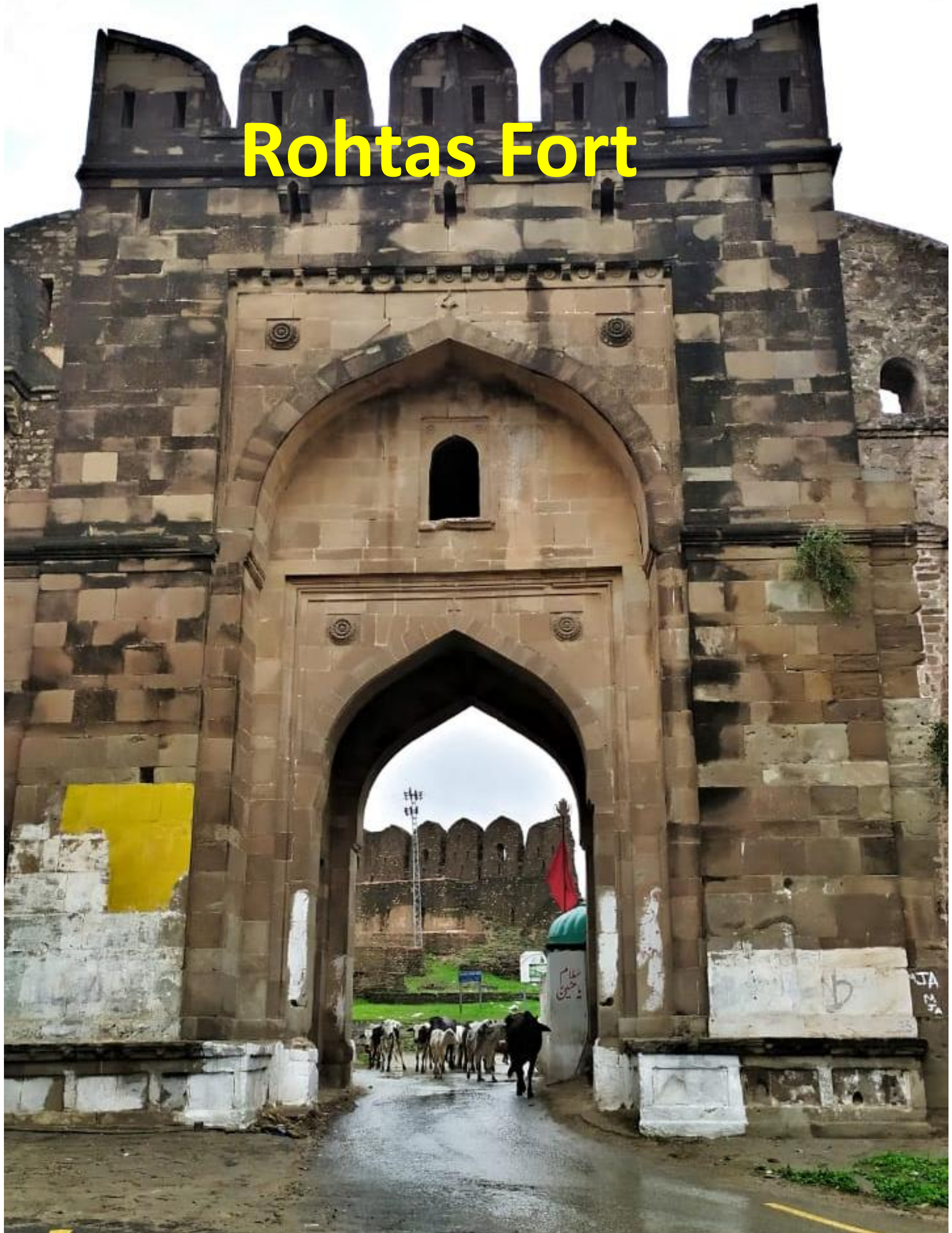

Musafir e Shauq

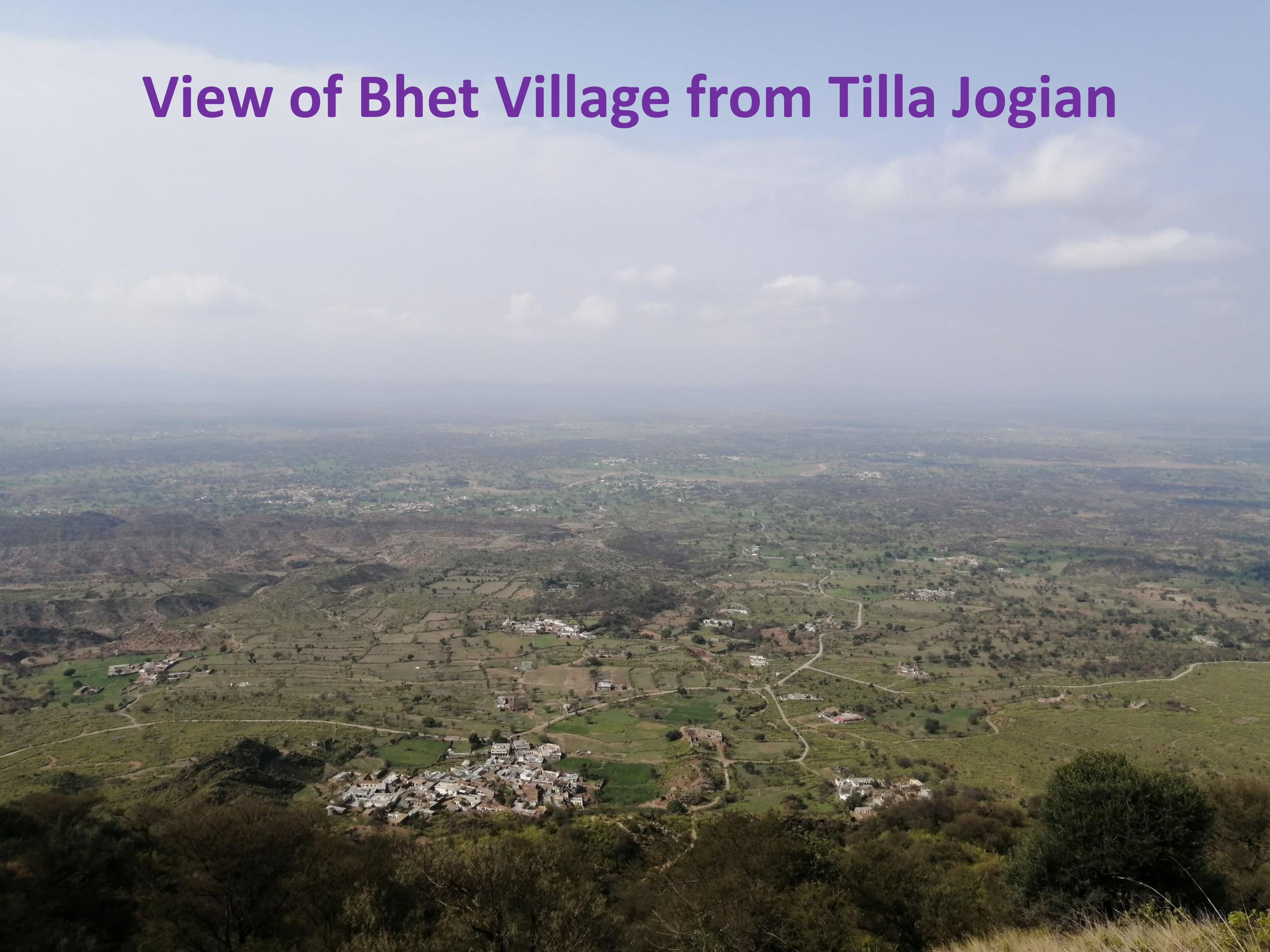
View of Bhet Village from Tilla Jogian

Geology of Tilla Jogian
Paleocene Age
Cambrian Age
Baghanwala
Patala
Jutana

Geology of Tilla Jogian
Coal of Patala Formation
Nagri Formation

Geology of Tilla Jogian
Jutana

Geology of Tilla Jogian
Jutana

On the hiking trail of Tilla Jogian
THE NORTH FACE
Musafir e Shauq

Tilla Jogian
Musafir e Shauq

On the hiking trail of Tilla Jogian
Musafir e Shauq

On the hiking trail of Tilla Jogian

On the hiking trail of Tilla Jogian
Musafir e Shauq

TILLA JOGIAN
BRIEF ABOUT TILLA
Tilla Jogian is a Beautiful and Historical Place of District Jhelum
Tilla was oldest religious institution of Hinduism in pre-
Independence (1947) India. it is now known as Tilla Gorakhnath
or Tilla Jogian or Tilla Simply. Raja Bhutavi Poran Bhagut
and Ranjha got their ears ringed here.
Baba Guru Nanak had also visited and stayed for some-
time. in Mughal period Emperor Jehangir also used to
stay here. A wide stone pond of Sikh period is still present.
The ancient ruined Hindu temples are also present.
HEIGHT The height of Tilla is 3,200 feet above sea Level
CLIMATE The Climate is very extreme in winter it is very
cold and in summer it is hot The average rainfall is From
48 to 69 Centimetres per annum.
FOREST & WILD LIFE
There is Good Forest Comprising of Keekar, Kahu, Phuly and
Pine. The Tilla and Surrounding Hills Support a More Interesti-
-ng Wildlife, Urial, Wolves, Jackals, Foxes, Wildcats, Rabbits, Chikor,
Grey and black Partridge, are also Found in the Parts of Tilla Range.
DISTANCE OF TILLA
From Lahore 205 K.m. From Rawalpindi 128 K.m. From Rohtas Fort 24 K.m.
TDCP PROUD TO SHOW HISTORICAL & BEAUTIFUL PAKISTAN
For Further information
T.D.C.P. Regional Office Rawalpindi Ph.051-9272128
T.D.C.P. Head Office Lahore Ph.042-7576830
TOURISM DEVELOPMENT CORPORATION OF PUNJAB
82-Shadman II-Lahore
TOURISM DEVELOPMENT CORPORATION OF PUNJAB LTD.

Hindu Temples Tilla Jogian

Mughal Construction Holy Pond Tilla Jogian

Mughal Construction Holy Pond Tilla Jogian

Mughal Construction Holy Pond Tilla Jogian

Mughal Construction Holy Pond Tilla Jogian

In an honor of

A Day out at Tilla Jogian with
Musafir
The Travelers
Col. (R) Abdul Jabbar Bhatti
For conquering
Mount Aconcagua (6962m)
Date: 17 January 2020

A Day out at Tilla Jogian with
Col. (R) Abdul Jabbar

A Day out at Tilla Jogian with
Musafir
Col. (R) Abdul Jabbar Bhatti
For conquering
Mount Aconcagua (6962m)

A Day out at Tilla Jogian with
Musafir
Col. (R) Abdul Jabbar Bhatti
For conquering
Mount Aconcagua (6962m)
Date: 17 January 2020
Musafir e Shauq

Musafir e Shauq

IMRAN IHSAN PHOTOGRAPHY

ٹلہ جوگیاں کی کہانی

1706 میں شیخوپورہ سے 14 کلومیٹر دور ایک قصبے جنڈیالہ شیر خان میں ایک علمی، ادبی اور روحانی شخصیت نے جنم لیا جسے دنیا وارث شاہ کے نام سے جانتی ہے۔

1766 میں وارث شاہ نے پنجاب کی ایک لوک داستان کو اپنے لافانی انداز بیان میں ڈھال کر دنیا کے سامنے "ہیر" کے نام سے پیش کیا جو اب پنجابی ادب میں لازوال داستان کامقام حاصل کر چکی ہے۔

کہانی کی رو سے،

ہیر کا تعلق ضلع جھنگ میں آباد "سیال" قبیلے سے تھا اور وہ انتہائی خوبصورت اور پرکشش تھی۔ علاقہ بھر میں اس جیسی حسین لڑکی نہیں تھی۔
رانجھا دریائے چناب کے کنارے آباد ایک گاؤں تخت ہزارہ کا باسی تھا اور اس کا اصلی نام دھیدو تھا۔ اس کے تین بھائی کھیتی باڑی کرتے تھے مگر باپ کا چہیتا ہونے کے ناطے وہ جنگلوں بیابانوں میں پھرتا اور ونجلی(بانسری) بجاتا رہتا تھا۔
والد کی وفات کے بعد رانجھےکا دور ابتلا شروع ہوا۔ پہلے زمین کے معاملات پر اس کا بھائیوں سے جھگڑا ہوا اور پھر بھابیوں نے اسے کھانا دینے سے انکار کر دیا نتیجتاً رانجھے ا نے اپنا گاؤں چھوڑا اور پھرتے پھراتے ہیر کے گاؤں جا پہنچا اور اسے دیکھتے ہی اپنا دل دے بیٹھا۔
ہیر نے جب رانجھے کو بے روزگارپایا،تو اسے اپنے باپ کے مویشی چرانے کا کام سونپ دیا۔ رفتہ رفتہ رانجھے کی ونجلی نے ہیر کا دل موہ لیااور وہ مٹیار اس اجنبی سے محبت کرنے لگی۔ یہ سلسلہ محبت ہیر کے چچا کیدو کو پسند نہ آیا اور اس کے اکسانے پر ہیر کے ماں باپ (چوچک اور مالکی) نے زبردستی اس کی شادی سیدے کھیڑے سے کر دی۔

محبت کی ناکامی سے رانجھے کا دل ٹوٹ گیا اور وہ ہیر کا گاوں چھوڑکر جنگل جنگل گھومنے لگا۔
ایک دن اس کی ملاقات بابا بالناتھ سے ہوئی جو جوگیوں کے ایک فرقے "کن پھٹا" کا بانی تھا۔ رانجھا چوٹ کھایا ہوا اور شکستہ دل تھا اور دنیا کی بے ثباتی خود پہ بیتنے والے اس سانحے کی صورت اس پر عیاں ہو چکی تھی سو اندرونی احساس محرومی اور خلفشار کے باعث رانجھے نے خود کو بالناتھ کے ہاتھوں سونپنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس ملاقات کے بعد رانجھے نے اپنے کان چھدوائے اور دنیا کو خیر باد کہہ بالناتھ کا بالکا بن گیا۔ وہ گاؤں گاؤں ،نگر نگراپنی کھپری لے کر پھرتا اور لوگوں سے خیر مانگتا۔

عجب اتفاق کہ ایک روز اسی طرح گھومتے پھرتے رانجھا اس گاوں پہنچ گیا جہاں ہیر بیاہ کے گئی تھی۔ سوئی ہوئی محبت جاگنے لگی تو رانجھے کو بالناتھ کی نصیحت یا دآ گئی جوا اس نے رانجھے کو جوگ لیتے ہوئے کی تھی----

فرط جذبات سے لبریز ہو کر رانجھا اس رو میں بہہ گیا جسے محبت، عشق اور بے تابی کہتے ہیں۔

By Zeeshan

ٹلہ جوگیاں کی کہانی

آخر ہیر کے والدین دونوں کی شادی پر رضا مند ہو گئے مگر حاسد کیدو نے عین شادی کے دن زہریلے لڈو کھلا کر ہیر کا کام تمام کر دیا۔ جب رانجھے کو یہ بات معلوم ہوئی،تو وہ اپنی محبوبہ کے پاس بھاگا آیا۔ جب ہیر کو مردہ دیکھا تو زہریلا لڈو کھا کر اس نے بھی خودکشی کر لی۔

قدرت اللہ شہاب اپنی کتاب "شہاب نامہ" میں لکھتے ہیں کہ یہ کہانی درست نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وارث شاہ کو ایک ہندو عورت "بھاگ بھری" سے محبت ہوئی تھی۔ اس کو حاصل نہ کر پانے کے بعد وارث شاہ نے اپنا دکھ ان فرضی کرداروں کی شکل میں کہانی بنا کے پیش کیا جو غیر معمولی شہرت حاصل کر گیا۔

ہیر کا اصل نام "عزت بی بی" تھا جب کہ رانجھا "مراد بخش" تھا۔

اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ،

مخدوم سید کبیر جو سیالوں کے مرشد تھے، ہیر کے والد چوچک سیال کے ہاں تشریف لائے۔

چوچک اولاد سے محروم تھا اس نے مرشد سے اولاد کے لیے دعا کرنے کی فرمائش کی۔ مخدوم نے دعا فرمائی اور کہا،

" اولاد نرینہ تیرے نصیب میں نہیں البتہ ایک لڑکی ایسی ہو گی جس کی نیکی کی وجہ سے تیرے خاندان کو شہرت عطا ہو گی۔"

عزت بی بی نے پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی۔ کلام پاک حفظ کیا اور راہ سلوک کی منزلیں طے کیں۔

رانجھا اور اس کا خاندان مخدوم سید کبیر کے مرید تھے۔ مراد بخش نے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھے کسی ایسے آدمی کا نام بتائیے جس کی خدمت میں رہ کر میں کچھ حاصل کر سکوں، مرشد نے ہدایت کی کہ جھنگ کی عزت بی بی کے پاس چلے جاؤ وہ عارفہ ہے۔

مراد بخش عزت بی بی کے ہاں حاضر ہوا تو ان کی خدمت پہ مامور ہو گیا۔ باقی تمام تفصیلات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

وارث شاہ نے اپنی کہانی میں رانجھے کے ٹلہ پر آنے اور کان پھڑوانے کا سبب ہیر کی دوبارہ اس کی زندگی میں واپسی کی خواہش لکھا ہے۔

مینوں ہیر دی طلب اے ہیر بخشو، ہیر ہیر میرا جیو منگدائی

ناتھا واؤ کولوں جیویں ڈرے دیوا، تیویں ہورناں کولوں جیو سنگدائ

By Zeeshan

ٹلہ جوگیاں کی کہانی

گورو بالناتھ نے رانجھے کے کندن جیسے بدن پر راکھ ملی، کان چھد کر ان میں مندرے ڈالے، کھپری، سیلی اور ناد عطا کیے اور جوگ دیتے لمحے نصحت کی:

پتر پاک بازی کی زندگی گزارنا، عورتوں میں اس طرح رہنا جس طرح خصی بیل گائیوں میں رہتا ہے اور جوان عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔ لنگوٹ کے پکے اور سچے رہنا۔

یہ سن کر بگڑے جاٹ نے دل میں سوچا:

میں جاندا عشق تھیں منع کرنا تیرے ٹلے تے دھار نہ دھادا میں

کاہنوں کن پڑوا کے سواہ ملدا، ہوکے چھودھری تخت ہزار دا میں

یہ صورتحال جب گرو کو معلوم ہوئی تو وہ چکر گیا اور اس کیفیت کو وارث شاہ نے یوں لکھا

ٹھگی مار کے جٹ نے داؤ بھریا، بالناتھ جیہا سنڈا چوئیائی

گورو نے اس منہ زور گھوڑے پر لگام ڈالنے کی بڑی کوشش کی لیکن رانجھا عشق کی آگ میں تڑپ رہا تھا سو ہیر ہیر کرتا وہاں سے نکل گیا۔

یوں تو ٹلہ پہ پہنچنے کے کئی راستے ہیں لیکن عمومی طور پہ جو راستہ زیادہ اختیار کیا جاتا ہے اور نسبتا آسان سمجھا جاتا ہے وہ روہتاس سے بھیٹ گاوں تک آنے والا راستہ ہے۔

روہتاس سے 23 کلومیٹر آگے بھیٹ گاؤں تک کا سفر ایک طلسماتی دنیا کے سفر سے کسی صورت کم نہیں۔ ماحول کی خاموشی، راستے کے بل پیچ اورشکیل صاحب جیسے ہمراہیوں کی کلکاریاں اس ساری کیفیت کو دو آتشہ کیے دیتی ہیں۔

ماہرین ارضیات کا خیال ہے کہ اس سارے علاقے میں کبھی سمندر ہوا کرتا تھا۔ پھر پانی نے اپنا مقام تبدیل کیا اور اپنی یادیں چھوڑ کے دوسرے علاقوں کی طرف رانجھا بن کر نکل گیا۔

روہتاس کے آس پاس روحانیت کی بے شمار ان کہی داستانوں کے انمٹ شواہد موجود ہیں۔ اس قلعے کی تعمیر بذات خود کسی معجزے سے کم نہیں۔

بھیٹ گاؤں میں گاڑی کھڑی کر کے اوپر کی جانب اٹھتا راستہ آپ کو دو گھنٹوں میں چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔

By Zeeshan

ٹلہ جوگیاں کی کہانی

راستہ قدرے پتھریلا مگر انتہائی دلکش اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے مناظر سے بھرپور ہے۔ وقفوں وقفوں سے نیچے وادی کی طرف نگاہ جاتی ہے تو ہر موڑ تصویر کا کوئی نیا رخ پیش کرتا ہے۔ جا بجا اگا ہوا قدرتی جنگل، پوسے، جھاڑیاں اپن مہک اور لہک کے ساتھ ہمیں بار بار رکنے پر مجبور کرتی ہیں۔

ہمارا قافلہ 27 لوگوں پر مشتمل تھا جس میں 4 بچے بھی شامل تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ بچوں کی وجہ سے شائد ہمیں ٹریک مکمل کرنے میں کچھ زیادہ وقت لگے لیکن بچے ہماری توقع سے زیادہ تیز نکلے اور ہم سے کہیں پہلے اوپر پہنچنے میں کامیاب رہے۔

تمام راستہ مسافران شوق ہنستے کھیلتے، شرارتیں کرتے ایک دوسرے کو لبھانے میں مشغول رہے۔ سفر کے آغاز پہ مطلع ابر آلود تھا اور بارش کے امکانات تھے جس کے بعد ٹریک تھوڑا مشکل ہو جاتا کہ بارش میں پتھروں پہ پاوں زیادہ پھسلتا ہے مگر شکر الحمد اللہ کہ موسم نے ہمارا امتحان نہ لیا اور کچھ ہی دیر میں ناصرف بادل چھٹ گیا بلکہ دھوپ بھی نکل آئی۔

اوپر پہنچ کر کچھ دیر سستانے کے بعد ہم نے اپنی سرگرمی کا آغاز کیا۔ اس سرگرمی کا عنوان تھا:

’’ویکھ میرا پنجاب‘‘

اس سرگرمی کے تین بنیادی مقاصد تھے:

1۔ پنجابی زبان، ثقافت، طرز زندگی، رہت بہت، ادب، فنون لطیفہ اور اس سے جڑے مجموعی معاملات کو پھر سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنانا اور نوجوان نسل میں یہ اثاثہ پوری ذمہ داری سے منتقل کرنا۔

2۔ پنجاب میں سیاحت کے فروغ کے لیے کیے جانے والے اقدامات میں اپنا حصہ ڈالنا اور پنجاب کی سیاحت کو فروغ دینے بارے تجاویز کا تبادلہ کرنا۔

3۔ کرنل عبدالجبار بھٹی کی حالیہ کامیابی جو کہ انھوں نے ارجینٹائن میں موجود 6962 میٹراونچے پہاڑ ماونٹ ایکو کانگوا کو سر کرکے حاصل کی ہے، اس کو سراہنا اور ان کے 7 سمٹ مشن کی کامیابی سے تکمیل کے لیے ان کو اپنی نیک تمنائیں پہنچانا۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام مجید سے کیا گیا جس کے بعد نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی گئی۔

ڈاکٹر کاشف علی نے پنجاب کی مختصر مگر جامع تاریخ بیان کی اور پنجاب کی ثقافت بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

عثمان ضیا صاحب نے پنجاب کی سیاحت کے فروغ کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو کی۔

By Zeeshan

ٹلہ جوگیاں کی کہانی

باس ضیا صاحب نے سیاحتی توازن کو برقرار رکھنے کے حوالے سے اپنی تجاویز سامعین کے گوش گزار کیں۔

شہزاد سلیم صاحب نے پنجابی ادب کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے کچھ پہلووں پر روشنی ڈالی۔

طارق محمود صاحب نے ارضیاتی علوم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے سیاحت میں ان کی افادیت اور اہمیت پہ بات کی۔

آخر پر کرنل عبدالجبار بھٹی نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ اس بات کو پوری شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہم اپنی جڑوں سے کٹ رہے ہیں۔ ہم اپنی مادری زبان سے اپنا تعلق کمزور کر بیٹھے ہیں۔ ہمارا بچہ آج اپنے لسانی اور ثقافتی ورثے سے آشنا نہیں ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ اردو قومی رابطے کی زبان ہے اور اس کی اہمیت کو کسی صورت نہ کم کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے فرار ممکن ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنی مادری زبان سے اپنی آنے والی نسلوں کو پیار کرنا سکھانا اور تربیت کے نقطہ نظر سے اس کی اہمیت کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ ہم جب تک اپنی زبان، اپنی بنیاد سے نہیں جڑیں گے، تب تک ہم اپنے طرز زندگی کو مضبوط اور مستحکم خطوط پہ استوار نہیں کر سکتے۔

کرنل صاحب کے اس موقف کی نہ صرف بھرپور تائید کی گئی بلکہ اس بات پر اتفاق رائے بھی ہوا کہ ان تمام نکات پہ تفصیلی کام کرنے اور ان کو منظم انداز میں سب کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے جس پہ تمام دوست اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے کام کریں گے۔

اس گفتگو کے بعد ہم بابا گورونانک کی سمادھی کی طرف چل پڑے۔

یہ ٹلہ کا وہ مقام ہے جہاں داخلی کیفیات میں باہر کے نظارے سے رابطے میں آتے ہی جلترنگ بجنے لگتا ہے۔

اس مقام سے تھوڑا آگے ایک پتھر نہ جانے کتنی صدیوں سے میرا منتظر تھا۔ میں اس کی جانب لپکا اور وہاں بیٹھ کر خود احتسابی کی کدال سے اپنا آپ کریدنے لگا۔ میں زماں و مکاں سے بہت دور کہیں دور جا چکا تھا۔ مجھے اپنے وجود کی کثافتوں کو انہی ہواؤں میں تحلیل کرنا تھا وگرنہ اند کے بوجھ سے ریزہ ریزہ میرا وجود کہیں بکھر کے رہ جاتا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔

میں گورو بالناتھ کا بالکا بن کے اپنی انا کے کان پھڑوانا چاہتا تھا۔ مجھے مجھ سے رہائی چاہیے تھی۔

مجھے خود پہ فتح درکار تھی۔۔۔

میں نے وجود کی تمام تر توانائی مجتمع کرکے خود کو فضا میں اچھالا اور دور کہیں آسمانوں میں ڈوبتے سورج کے ساتھ پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔۔۔

میں اٹھا اور اپنے آپ سے پوری شدت کے ساتھ بغل گیر ہوا۔۔۔جدا ہونے کے لیے۔۔۔ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہونے کے لیے۔۔۔۔

سکون بھری ایک دلپذیر مسکراہٹ میرے چہرے پہ پھیل چکی تھی۔۔۔

اس مسکراہٹ کے ساتھ غروب آفتاب کا منظر اور بھی دلپذیر لگ رہا تھا۔

By Zeeshan

By Traiq Mahmood

A memorable hike of tilla jogiyan with *col.r Abdul jabbar Bhatti.* a mountaineer. (https://youtu.be/JURkUWc41Xk and https://youtu.be/Tr7uftD6iAk)

Tilla jogiyan is a mound of saints, its a high peak in Eastern salt range in jehlum district.

It's history dates back around 2000 years but this place is mentioned in the book *The chronology of ancient nations by albaironi.* written in 1026.

The latitude and longitude compilation by البیرونیon Nandna peak (adjacent to it) is the base of modern sciences of satellite, mapping and GIS (GEOGRAPHICAL INFORMATION SYSTEM).

This place was also visited by Albaironi.

The construction style belongs to mughals.

Two trails reach the destination from north and south of salt range.

Southern one is jeepable with the northern one is hiking trail (3 km, 2hours hike) starts from *Baith village.* 22 km south west of Rohtas fort.

Rocks belongs to Cambrian in age and uncomfortably overlying Paleogene and siwaliks.

Coal mining from Patala Formation was observed on the way.

A nice place for hiking and camping.

Spacial thanks of **مسافران شوق and.آ ویکھ اپنا پنجاب

THE CHRONOLOGY
OF
ANCIENT NATIONS

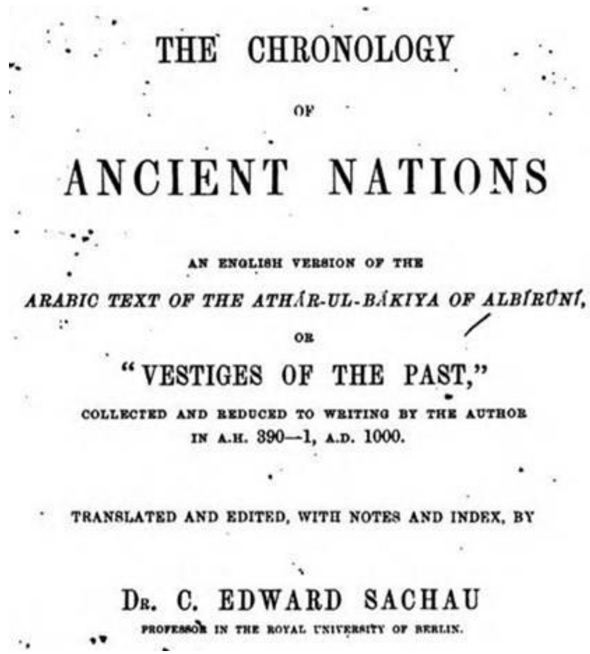

THE CHRONOLOGY

OF

ANCIENT NATIONS

AN ENGLISH VERSION OF THE

ARABIC TEXT OF THE ATHÁR-UL-BÁKIYA OF ALBÍRÚNÍ,

OR

"VESTIGES OF THE PAST,"

COLLECTED AND REDUCED TO WRITING BY THE AUTHOR
IN A.H. 390—1, A.D. 1000.

TRANSLATED AND EDITED, WITH NOTES AND INDEX, BY

DR. C. EDWARD SACHAU

PROFESSOR IN THE ROYAL UNIVERSITY OF BERLIN.

In the social sciences, Biruni has been described as "the first anthropologist".

When **Al-Biruni came to India** he had knowledge of **Indian** astronomy, which he had acquired by studying Arabic translations of some Sanskrit texts. He considered the Indians well versed in astronomy and mathematics, but he also mentions that Indians mix up science with poplar religious belief.